خصوصی تحریر برائے الحق مولانا محمد رفیق شنواری*

دینی مدارس میں ''ہم نصابی سرگرمیوں'' کی تشکیل اور اس کے مواقع

اسلامی نظام تعلیم کے بالعموم اور دینی مدارس کی تعلیمی نظام تشکیل دینے کے لیے اساسیات، اصول واقواعد اور حدود بعینہ وہی ہونی چاہیے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کی تھی اور یقیناً فلاح ونجاح اسی میں ہے۔کوئی بھی نظام تعلیم اگر اس معیار پر پورا اترے تو اسکے موثر اور مفید ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں رہنا چاہیے کیونکہ وہ معیار اور اصول ربانی تھے اور رب بھی وہ جو ماضی کو بھولا نہیں، حال سے بے خبر نہیں، مستقبل سارا کا سارا اس کے سامنے واہ ہے، انسان کی تمام ضرورتوں اور تقاضوں کے خالق ہے انسانوں کو انہیں پورا کرنے کی توفیق بخشنے میں ستر ماں سے زیادہ ہمدرد اور پیار والے ہیں۔وہ تعلیم وتربیت کیلئے جن اصول وقواعد اور معیار کا تعین کریں گے اس کی افادیت اور تاثیر پر کیا پھر بھی گفتگو اور مباحثوں کی ضرورت باقی رہے گی؟ مسلمانوں کو عصری اور مذہبی سبھی امور کی تعلیم کیلئے اس معیار کو اپنانا چاہیے۔اگر ضرورت ہے تو وہ صرف اس کو سمجھنے کی ہے اور اس کا تجزیہ کر کے جامع قواعد مرتب کرنے کی ہے۔

تاریخ اور سیرت پر نظر رکھنے والے اہلِ علم جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا ایک حصہ ہم نصابی سرگرمیوں پر بھی مشتمل ہے۔عہد نبوت میں نیزہ بازی، دوڑ میں مسابقت، شعر گوئی اور ہنسی مزاح ثابت ہیں جن کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔لہٰذا مدارس میں جو بعض ہم نصابی سرگرمیاں تشکیل دی جاتی ہیں وہ نبوی نظامِ سے ہم آہنگ ہی ہے۔ان سرگرمیوں کی تشکیل میں کن قواعد کا خیال رکھنا ضروری ہے اس پر راقم شائع ہونے والی کتاب تدریب المعلمین میں کچھ گزارشات عرض کر چکا ہے۔البتہ یہاں چند ہم نصابی سرگرمیوں کی تشکیل کے کچھ مواقع کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں استاد کی شمولیت بھی مفید بلکہ ضروری ہے۔

---

* ایل ایل ایم سکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

استاد طالب علم بن کر رہے

استاد کو کمرِ جماعت سے باہر ہر وقت واعظ اور مدرس بن کر نہیں رہنا چاہیے بلکہ اپنی شخصیت، اخلاقی اصول اور اقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے شاگردوں کے ساتھ شاگرد ہی بن کر رہنا چاہیے؛ کیونکہ اگر استاد تعلّی کا مظاہرہ کرتے ہوئے استاد ہی بن کر رہیں تو اس سے طلبہ کے درمیان مرعوبیت کی فضا قائم ہوگی اور کھل کر طلبہ کو اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع میسر نہ ہوگا جس کی وجہ سے ان کی شخصیت میں بہتری اور نکھار پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس کے برخلاف اگر استاد شاگردوں کے ساتھ گل مل کر رہیں بالخصوص ہم نصابی سرگرمیوں کے سرانجام دیتے ہوئے تو مرعوبیت کی فضا قائم نہ ہوگی اور ہر طالب علم کھل کر خود اعتمادی کیساتھ اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے گا جن میں مزید بہتری لانے اور نکھار پیدا کرنے کا استاد کو موقع ہوگا۔ تو ہم نصابی سرگرمیوں میں جہاں استاد کا ہونا ضروری ہے۔ وہاں استاد کا بحیثیت استاد نہیں بلکہ شاگرد بن کر ہی وجود ضروری ہے تب یہ ہم نصابی سرگرمیاں افادیت کی حامل ہوں گی۔

بزم ادب

مدارس کی تاریخ پر اگر ایک نظر دوڑائی جائے تو شروع ہی سے بزم ادب کے تصور کے بارے میں معلومات ملیں گی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان اکابرین ہی کے دور میں بھی ہم نصابی سرگرمیوں کی اس پہلو یعنی بزمِ ادب کی ضرورت اور افادیت مسلم تھی۔ چنانچہ اس واضح حقیقت کے پیش نظر کراچی کے علاوہ دیگر مدارس کو بھی اس پہلو پر غور کرنے چاہیے کراچی کے مدارس میں بالعموم بزم ادب کا انعقاد ہوتا رہتا ہے خیبر پختون خواہ کے بیشتر مدارس میں اس کا فقدان ہے۔ بزمِ ادب میں مختلف امور میں مختلف سطحوں کی مقابلوں کا انعقاد ہوتا ہے مثلا: تقریری اور تحریری مقابلے وغیرہ۔

تقریری مقابلہ

تقریری مقابلوں کا انعقاد مختلف سطحوں پر ہونا چاہیے سب سے ادنی سطح تو یہ ہے کہ چونکہ مدارس کے طلبہ کی اکثریت کا قیام مدارس ہی میں ہوتا ہے تو ہوسٹلز یا دار الاقامہ کے نگران کے زیرِ نگرانی ایک ہفتہ وار غیر رسمی تقریری مقابلہ منعقد ہوا جائے جس کے لیے کئی اور آسان موضوعات نگران استاد متعین کریں اور اگلے ہفتے منعقد ہونے والے بزمِ ادب میں ہر خواہش مند طالب علم کو بولنے اور تقریر کرنے کا موقع دیا جائے۔ محفل کی اخیر میں استاد اس مقابلے کی اہمیت اور اس میں شرکت کی افادیت کے بارے میں طلبہ کو بتلائیں انہیں ہچکچاہٹ ختم کرانے اور اپنی صلاحیتوں کو پنپنے کی ترغیب دیں۔ نیز تقریر کے اصولوں کی طرف رہنمائی کریں۔

اس کے بعد دوسری سطح رسمی طور پر ہر کلاس میں تقریری مقابلوں کا انعقاد ہے۔ اس سطح کی مقابلہ

جات کا انعقاد سال کی اختتام سے کچھ عرصہ قبل ہونا چاہیے۔اس کے لئے استاد نسبتا قابل مطالعہ موضوعات متعین کریں اور استفادے اور تیاری کے لئے نسبتا دقیق اور اعلی معیار کی کتابوں اور مآخذ کی نشاندہی بھی کریں۔ان مقابلوں میں ایک یا دو استاد بھی بطور جج شرکت کریں اور مستحق طلبہ میں حوصلہ افزائی کیلئے انعامات بھی تقسیم کریں۔

اس کے بعد ایک پورے مدرسے کی سطح پر تقریری مقابلوں کے انعقاد کا مرحلہ آتا ہے۔یہ مرحلہ رسمی ہونا چاہیے اور پورے مدرسے کی سطح پر اس کو حوصلہ افزائی اور طلبہ کی تشجیع و ترغیب کے لئے اتنی اہمیت دی جائے کہ تین اساتذہ پر مشتمل ایک ٹیم کے زیر نگرانی اس کی تشکیل ہو۔اس کے لئے بھی موضوعات پہلے کے بہ نسبت ادق ہونی چاہئیں۔انعام کا مستحق ٹھہرانے کے لئے معیار بھی اعلی ہونا چاہیے اور اس کی اختتامی مرحلے میں شریک طلبہ کی حوصلہ افزائی اور غیر شریک طلبہ کی ہمت افزائی کے لئے مہتمم خود شرکت کریں اور طلبہ میں انعامات تقسیم کریں۔

اس کے بعد آخر میں بین المدارس تقریری مقابلوں کا انعقاد ہوتا ہے۔ان مقابلوں کا انعقاد ضلعی، صوبائی یا ملکی، جتنا بھی ممکن ہو، سطح پر سال کے اخیر میں ہوں۔اس سلسلے میں ہر مدرسے کے اساتذہ اپنے طلبہ کو تربیت دیں۔تقریر کی خوبیوں اور اصولوں سے انہیں روشناس کرائیں اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کیلئے ان مقابلوں کو اتنی اہمیت دی جائے کہ وفاق کے نمایندہ شخصیات ان میں شرکت کریں اور مستحق ٹھرائے جانے والے طلبہ میں انعامات تقسیم کریں ان مقابلوں کے انعقاد سے پہلے ان کی تشہیر، کامیاب طلبہ کی اخبارات یا وفاق ہی کے نمائندہ مجلّات میں خبریں شائع کرادی جائے۔

تحریری مقابلے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عوام کی رہبری کے لئے مثبت، معیاری اور بامعنی لٹریچر اور متنازعہ مسائل کے متعلق تحقیقی و تعمیری مواد کی فراہمی بھی مدارس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔لہذا اس سلسلے میں زیر تعلیم طلبہ کی تحریر وانشا کے میدان میں تربیت بھی ضروری ہے۔تحریری مقابلوں کا انعقاد بھی مختلف سطحوں پر کیا جانا چاہیے لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ تحریر کے لئے زبان کا اختیار طالب علم کی اپنی صوابدید پر مبنی ہو، تاہم ان کا صرف اردو، عربی اور انگریزی میں ہی انعقاد ہونا چاہیے کہ مقامی زبانوں کے بجائے یہ عالمی سطح پر بولی اور لکھی جانے والی زبانیں ہیں۔

سب سے پہلا مرحلہ اس کا ماہانہ ہونا چاہیے کہ پورے ایک مدرسے کی سطح پر کوئی بھی طالبعلم اپنی اختیار کے مطابق کسی بھی زبان میں اور کسی بھی موضوع پر چندسو الفاظ پر مشتمل ایک مضمون لکھے۔ان

مقابلوں میں تحقیق کے بجائے محض انشا کے اصول وقواعد پر توجہ مرکوز ہو۔ تمام مقالات موصول ہونے پر کسی استاد کو جج کی ذمہ داری دی جائے اور وہ بہتر اور معیاری مقالات کا چنا کریں۔ پھر جو طلبہ مطلوبہ معیار کے مطابق مضامین نہ لکھ پائے ہو تو پیار ومحبت سے ان کی اصلاح کی جائے اور اگلی بار لکھنے کیلئے اس کا جذبہ بیدار رکھنے کی خاطر اس کی ہمیت افزائی کی جائے۔ نیز کامیاب طلبہ کے مضامین مدرسے کی خصوصی صفحات پر مہتمم کی دستخط اور مدرسے کی مہر کے ساتھ لکھوا کر مدرسے کی کسی عام نوٹس بورڈ پر اگلے مقابلے تک آویزاں رکھیں۔ تاکہ غیر شریک طلبہ ان سے استفادہ بھی کریں اور ان میں شوق وذوق پیدا ہو۔

دوسرا مرحلہ ششماہی یا سالانہ طور پر جیسے موقع ومحل کے مطابق سمجھا جائے، ہونا چاہیے۔ اس کا معیار انشا کے اصولوں کے ساتھ ساتھ تحقیق کے اصولوں پر بھی مبنی ہو۔ یہ بھی مدرسے ہی کی سطح پر ہو، اور اس کے لئے ایسے مسائل یا موضوعات کا تعین ہونا چاہیے جو نسبتا جدید بھی ہو اور ان کے متعلق مواد بھی پایا جاتا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ زیادہ دقت اور امعان پر مبنی نہ ہوں بلکہ وہ موضوعات اس حیثیت کے ہو کہ تحریری مقالہ تیار کرنے میں طالب علم کا کام صرف موجودہ مواد کی انشا و تحقیق کے جدید اصولوں کے مطابق تلخیص (summarization) کرنا ہوں۔ ان مقابلوں کے لئے مطلوبہ صفحات زیادہ تعداد میں نہیں رکھنی چاہیے اور مقالات آنے پر دو یا تین اساتذہ پر مشتمل کمیٹی ہر مقالہ نگار کو پوزیشن اور نمبر دیں۔ ان مقابلوں کو مدرسہ اپنے مجلّہ یا کسی دوسرے مجلّے میں مقالہ نگار کے نام اور حاصل کردہ نمبر یا پوزیشن کے ساتھ چھپوا دیں۔ اگر مقالوں کے موضوعات کچھ زیادہ ہی دلچسپ ہیں تو سب کو شائع کروادیں ورنہ امکانی حد تک کم مقالوں کو اشاعت سے محروم قرار دیں۔

اس کے بعد تحریر کا آخری مقابلہ وفاق کی زیر نگرانی ہونا چاہیے۔ موضوعات کا تعین بھی وفاق کی کمیٹی ہی کریں۔ تحریر کے لئے زبان صرف عربی اور انگریزی ہوں۔ متعین موضوعات نسبتا تحقیق طلب اور زیادہ تر اپنی غور وفکر کے محتاج ہوں۔ ان میں طلبہ کا کام محض نصوص کی تلاش نہ ہو۔ بلکہ نصوص سے استدلال اور استشہاد پر مبنی اپنے ذخیر مطالعہ کے روشنی میں مقالہ نگار سے اپنی رائے کا اظہار مطلوب ہو کہ اس کے پاس مطالعہ کا ذخیرہ کتنا ہے؟ مباحثے کے دوران اظہارِ رائے کا ڈھنگ اور سلیقہ کیا ہے؟ اور پھر اپنی بات پر نصوص سے استدلال و استشہاد کرنے میں کتنا باریک بیں ہے، اور اس کی فکر ونظر کی رفتار اور اس میں جامعیت کتنی ہے؟ مقالے کا معیار یہ امور ہو۔ اس میں اجازت صرف درجہ سابعہ، موقوف علیہ اور تخصص کے طلبہ کو دی جائے۔ مقابلے میں کم از کم پانچ یا چھ مقالہ نگاری کو انعام کا مستحق ٹھرایا جائیں۔ اور ان سب مقالوں کو مقالہ نگار کی پوزیشن اور حاصل کردہ نمبرات کے ساتھ وفاق کے زیر نگرانی کسی بڑے ملکی رسالے

میں شائع کروایا جائیں۔ پہلے پانچ یا چھ مقالوں کی بین الاقوامی رسالوں میں اشاعت تو اور بھی طلبہ کے لئے حوصلہ افزا ہوگی۔

خطاطی: مدرسے کی روایات میں ہم نصابی سرگرمیوں میں سے خطاطی ایک ایسی سرگرمی ہے جس کی شاید سب سے زیادہ نصابی سرگرمیوں سے قریب تعلق ہے دوسری طرف مدرسے کی تاریخ میں اس کا باب بھی نہایت روشن ہے۔ طالب علم کے لئے خوش خط ہونا ایک اچھا وصف ہے۔ بہترین خط کسی بھی دیکھنے والے کو اپنی طرف پڑھنے کو راغب کردیتا ہے۔ تاہم دور جدید میں ایک اور چیز جسے کمپیوٹر نے اہمیت دیکر خوش خطی کے بالمقابل لاکر کھڑا کردیا ہے وہ کمپوزنگ ہے۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو خطاطی یا کمپوزنگ ایک پیشہ ہے جس کا نہ ہونا کسی بڑی شخصیت کیلئے کوئی عار کی بات نہیں لیکن ایک اہم ضرورت ہونے کی بنا پر ہونا ایک عمدہ اور اچھا وصف ہے۔ لہٰذا اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبہ کی بدخطی دور کرنے کیلئے طلبہ سے محنت کروائیں اور اسکے ساتھ ساتھ کمپیوٹر پر لکھنے کی صلاحیت کے حصول کی طرف راغب کیا جائے۔ جو ایک طرف تو اپنی ذات کے اندر ایک باعزت پیشہ بھی ہے اور اپنی ذاتی حاجتوں اور ضرورتوں کی تکمیل کا سامان بھی ہے۔

جسمانی نشوونما اور کھیل:

طلبہ کی جسمانی نشوونما اور کھیل کود کے مواقع فراہم کرکے نصابی سرگرمیوں سے تھکاوٹ دور کرنا بھی ہم نصابی سرگرمی کا ایک اہم حصہ ہے۔ کھیل کود کی بنیاد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات میں بھی ملتی ہے۔ مختلف صحابہ کے نیزہ بازی، گھوڑا دوڑ، دوڑ کی مسابقت، اور کشتی وغیرہ یہ سب ہم نصابی سرگرمیاں تھیں جن کے تفصیلی تذکرے آج بھی ہمیں حدیث و سیرت کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ان سرگرمیوں میں طلبہ کو مصروف رکھنے سے ان کی جسمانی نشوونما اور صحت تندرست رہتی ہیں۔ جن کے باعث طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے۔ استاد کا فرض اس سلسلے میں یہ ہے کہ وہ طالب علم بن کر ان سرگرمیوں میں شرکت کیا کریں اور طلبہ کو ان کے ہدایات، شرعی حدود اور مقاصد بتائیں۔ کہ ان سرگرمیوں کے دوران تمام اسلامی اقدار اور احکام کا پاس رکھنا، شرعی حدود سے تجاوز نہ کرنا اور مطلوب مقاصد کی حصول کی نیت کرنا ضروری ہے۔ ہم نصابی سرگرمیوں سے مقصد صرف طلبہ کی شخصی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہے۔ جیت کے لئے بہتر حکمت عملی وضع کرنے، تنظیم الامور اور قائدانہ صلاحیت کے ساتھ ساتھ حسن عمل کی صلاحیت کا حصول ہے۔ کھیل کے دوران خود اعتماد اور حوصلہ مند رہنے کی استعداد پیدا کرنی ہے۔ شکست کی صورت میں حوصلہ شکن نہ ہونے، انتقامی جذبات پر قابو رکھنے اور صبر و استقامت کا حصول ہوتا ہے۔ استاد اپنی شرکت سے کھیل کود کو ان مقاصد اور ضروریات کو پورا کرنے والا بنادیں۔

رفاہِ عامہ کے کاموں میں طلبہ کی شرکت

خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں شرکت دینِ اسلام کا وہ حصہ ہے جس کی بے شمار فضائل حدیث کی کتابوں میں آئی ہیں۔ رفاہِ عامہ کے کاموں میں شرکت کیلئے طلبہ کو ترغیب دینے، اسکے بہتر طریقے اور اس کی مشق اور تربیت ایک ہم نصابی سرگرمی کی صورت میں دی جاسکتی ہے۔ معاشرتی طور پر بعض اوقات ایسے ہنگامی حالات پیدا ہوتے ہیں جن میں آگے بڑھ کر کردار ادا کرنا ہر فرد کی ذمہ داری بنتی ہے۔ مدارس کے طلبہ تربیت لیتے وقت ایسے نامساعد حالات سے نمٹنے کی حکمت عملی اور راہنمائی لے سکتے ہیں۔

ایسی ہنگامی صورت حال پیدا ہو، یا معاشرتی طور پر کوئی رفاہی کام ہو یا خدمت خلق کا کوئی مہم سرانجام دینا ہو تو استاد اس سلسلے میں اصول و ہدایات فراہم کریں، حکمت عملی وضع کرنے کا طریقہ کار بتائیں۔ نیز ایسے کاموں میں شرکت کیلئے ترغیب بھی دیں اور طلبہ ہم نصابی سرگرمیوں کی حیثیت سے اپنے اوقات کے حساب سے گاہے گاہے ان کاموں میں حصہ بھی ڈالیں۔ اسی طرح اجر وثواب کے علاوہ معاشرے میں احترام کا مقام بھی ملے گا اور کبھی بھی کسی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کیلئے تجربات بھی حاصل ہوں گے۔

تفریحی اور تعلیمی دورے

دینی مدارس سمیت ملک کے بیشتر عصری تعلیمی اداروں میں دو روایتیں پائی جاتی ہے۔ ایک تفریحی دورے، کہ طلبہ ایک جماعت کی شکل میں کسی استاد کے زیر نگرانی چھٹیوں کے دنوں میں سیر و تفریح کیلئے جاتے ہیں۔ اس روایت کی زیادہ تر بنیاد مالی وسائل پر ہوتی ہے، چونکہ عام طور پر عصری تعلیمی اداروں کے پاس مالی وسائل زیادہ ہوتے ہیں اور مدارس بالعموم مالی وسائل کے کمی سے دوچار ہوتے ہیں تو تفریحی دوروں کی روایت مدارس کے بہ نسبت عصری اداروں میں زیادہ ہے۔ دوسری روایت تعلیمی یا تربیتی دوروں کی ہوتی ہے۔ یہ روایت اگرچہ عصری اداروں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن مدارس میں اسکی کثرت ہے۔

مدرسوں میں اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ طلبہ کو جب اپنے علاقے یا اپنے علاقے سے تھوڑے فاصلے پر کسی دوسرے مدرسے میں کسی نامور عالم یا شیخ کی آمد کی اطلاع ملتی ہے تو خالص اپنی ذاتی شوق و ذوق کے بنیاد پر دو دو چار چار طلبہ مل کر وہاں جانے کا اہتمام کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر ہر طالب علم اپنی تمام تر مصروفیات چھوڑ کر اس نامور عالم یا شیخ کی محفل سے استفادے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ سردست اگر دیکھا جائے تو یہ ایک اچھی روایت ہے مگر مزید بہتری کے خاطر اگر احتیاطی تدابیر اور ان دوروں کے اصلی مقاصد کے حصول کو یقینی بنانے کیلئے مدارس کے مہتممین، نگران حضرات اور اساتذہ ملکر ان دوروں کو ادارہ جاتی شکل دیں تو شاید اس صورت میں شدتِ احتیاط کے بنا پر مقاصد و فوائد کا حصول یقینی ہوگا۔ ادارہ جاتی تشکیل

کا طریقہ کچھ یوں ہو کہ اگر خواہش مند طلبہ کی تعداد زیادہ ہے تو دس دس طلبہ کی ایک جماعت بنائی جائے جس میں ایک نگران استاد ہو یا استاد کے بجائے کوئی سینئر طالب علم ہو اس صورت میں اگر ممکن ہو تو ادارہ تمام گروپوں کی مالی وسائل کا سارا بوجھ اٹھانے کے بجائے محض ہر گروپ کے فنڈ میں کچھ حصہ ڈالے۔اسی طرح اس دورے کا سارا بوجھ بھی ادارہ پر نہیں پڑے گا اور طلبہ کے لئے بھی اس میں کچھ سہولت رہے گی۔

دوسری روایت تفریحی دوروں کی ہے۔ جہاں تک ان دوروں کا تعلق ہے تو اگرچہ بالعموم مدارس میں مالی وسائل کی کمی کے باعث اس روایت کی قلت ہے لیکن طلبہ میں ذاتی طور پر اس کا کسی حد تک رجحان پایا جاتا ہے کہ ہم عمر طلبہ ہو اور ایک استاد کی نگرانی میں جماعت کی شکل دی جائے تو طلبہ کے ذاتی یا اساتذہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ساتھ جانے کے بہ نسبت یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ استاد کی معیت میں ایک تو طلبہ سیر و تفریح بھی کریں گے اور اپنے استاد کی اعلی شخصیت کے اثرات اور خوبیاں مدرسے سے باہر خارجی ماحول میں بھی دیکھیں گے اور عام لوگوں کے ساتھ رویے اور سلوک کا طریقہ بھی سیکھیں گے۔

معلومات عامہ

تعلیمی اداروں میں بالعموم غیر نصابی امتحانات میں ایک حصہ معلوماتِ عامہ کیلئے بھی مختص کیا جاتا ہے۔معلومات عامہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔اس میں پاکستانیات،سیرت،تاریخ،سائنس و ٹیکنالوجی،دنیا کی تاریخ،صحابہ اور انبیا کی تاریخ، دنیا کی مشہور تعمیرات، ادیب و شعرا، کتابیں اور نامور مصنفین اور دیگر بہت سی چیزوں کے متعلق معلومات اسکے مفہوم میں شامل ہے۔امتحان کے ایک حصے کا اس سے مربوط ہونے کی بنا پر عصری اداروں کے طلبہ اس سے ایک حد تک واقفیت رکھتے ہیں۔لیکن مدارس میں اس کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔اگر مدارس میں بھی اس طرف تھوڑی سی توجہ دی تو طلبہ کے حق میں زیادہ مفید ہوگا۔ بالخصوص پاکستان کے متعلق اگر طلبہ کو معلومات دی جائے کہ اس کے حصول میں علما نے تاریخ ساز کردار ادا کیا تھا لیکن مدارس کے طلبہ بالعموم اس سے کم واقف ہوتے ہیں۔اسی طرح تاریخ اسلام بالخصوص خلافت عثمانیہ اور ترک قدیم و جدید کہ امت مسلمہ کی یورپ اور مغربی اقوام کے ساتھ تہذیبی اور نظریاتی جنگ کی بنیادیں وہی سے پیوستہ ہے۔اس طرح مسلم خطے کے موجودہ حالات و واقعات سے بھی آگاہی ضروری ہے۔اسکے حصول کا طریقہ کچھ اس طرح ہو کہ بزم ادب کا ایک حصہ اس کے لئے مختص ہو اور ہر بزم کی اخیر میں اگلی بزم کی تیاری کیلئے موضوع مثلاً تاریخ کا، کہ اس میں سے صرف ایک بزم کی تیاری کیلئے خلافت بنوامیہ دی جائے اور اس کے متعلق مختصر آسان اور عام فہم کتاب کی نشاندہی کی جائے۔ایک کہانی کی طرح اس تاریخ کو بیان کرنا مطلوب نہ ہو بلکہ اس دور کی خلفا مختصر الفاظ میں ان کی کارکردگی، ہر خلیفہ کے دور

کے مشہور واقعات کی نشاندہی، معروف و مشہور کتابوں کے نام اور ارتقا یا انحطاط کے اسباب وغیرہ امور کے متعلق معلومات کا حصول ہو۔

اسی طرح تاریخ اسلام کے بعد پاکستان کے متعلق کہ ان کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر حصہ ایک بزم کے لئے مختص کیا جائے اور تیاری کے لئے آسان اور مختصر کتاب کی نشاندہی کی جائے۔ بزم ادب کے اس متعین حصے میں یا تو استاد ایک ایک سوال پوچھے اور طلبہ سے جواب طلب کریں، یا دوسری صورت یہ کہ طلبہ کے گروپ بنائیں اور ہر گروپ سے برابر سوالات پوچھیں جس گروپ کی غلطیاں کم ہو اس کو چھوٹے سے انعام کا مستحق ٹھہرائے۔ یہی طریقہ کار شعر و ادب سے دلچسپی پیدا کرنے کیلئے مشاعرہ کے محافل کے انعقاد کے لئے بھی اپنایا جاسکتا ہے۔

روہنگیا مسلمانوں کا قضیہ: اصل حقائق کیا ہیں؟

(بقیہ صفحہ ۵۱ سے)

تاہم چین واحد ملک ہے، جو میانمار کی پالیسیوں پر صحیح معنوں میں اثر انداز ہوسکتا ہے۔ سفارتی کوششوں میں اس پہلو کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ چین کی کاشغر۔ گوادر راہداری کے بارے میں تو ہم سب جانتے ہیں، لیکن چین کی ایک اور راہداری چین، برما، بنگلہ دیش اور بھارت کے درمیان بھی ہے۔ یہ راہداریاں مکمل ہوں تو یہ پورا خطہ ایک تجارتی زنجیر میں بندھ جائے گا۔ ان بڑے منصوبوں کی تکمیل کیلئے علاقائی امن کی شدید ضرورت ہے۔ چین کی خاموش سفارت کاری میں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ روہنگیا کی قیادت کو اس صورتِ حال کا بہتر ادراک کرنا ہوگا۔ روہنگیا کی مکمل شہریت کا حق ہمیشہ کیلئے مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ وہ سینکڑوں سال سے میانمار میں آباد ہیں اور عالمی قوانین کے تحت ان کو شہریت کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اس مقصد کے حصول کے لئے ان کو موثر اور صحیح لائحہ عمل ترتیب دینا ہوگا۔ اشتعال کے نتیجے میں تشدد اور ردعمل کے ذریعے ان کے جائز مطالبے کو فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ حال ہی میں ہزاروں روہنگیا انسانی سمگلروں کے مکروہ کاروبار کا نشانہ بنے، جن میں کچھ مجبور اور بے کس بنگالی بھی شامل تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں روہنگیا اور بنگالی سمندر کی بے رحم موجوں کی نذر ہوگئے۔ روہنگیا کو اس بات کا ادراک کرنا چاہیے کہ کوئی بھی ملک اب غیر قانونی مہاجرین کو پناہ دینے کیلئے تیار نہیں۔ سوشل میڈیا پر کچھ تصاویر غیر حقیقی بھی شائع ہوئی، مگر اب مسلسل مغربی میڈیا کے نمائندوں کی جو رپورٹیں آرہی ہیں وہ انتہائی خوفناک دردناک ہیں۔ روہنگیا کو ان کا حق مل کر رہے گا، لیکن اس کے لئے صحیح راستے کا انتخاب ضروری ہے کیوں کہ غلط راستے پر چل کر سینکڑوں سال کے سفر سے بھی منزل حاصل نہیں کی جاسکتی۔